

مومن خان مومن (غزل نمبر 1)

مشکل الفاظ و تراکیب کی تفہیم

مفہوم	الفاظ
غیر	اغیار
راحت کو جنم دینے والا، راحت کا سبب بننے والا	راحت فزا
نصیحت کرنے والے کی بات	حرفِ ناصح
بے چین، بے قرار	مضطرب
پکارا ارادہ کیا تھا	ٹھانی تھی
مجبور، بے بس	ناچار
گواہ	شاہد
بہار کا موسم	فصلِ گل
دعویٰ کرنے والا، رقیب	مدعی
کوئی بالکل نئی بات ہو جانا	گل کھلنا
ہنسی کی بجلیاں	برقِ تبسم
جنگل کی طرف	سوئے دشت
تعلق، میل جول	رابط
بدعت کرنے والا، دین میں کوئی نئی بات نکالنے والا، فساد، ظالم	بدعتی

(بورڈ 2007-2009-2010-2011)

شعر نمبر 1:

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج، راحت فزا نہیں ہوتا

تشریح: حکیم مومن خان مومن اردو کے مشہور غزل گو شاعر تھے۔ وہ غالب کے ہم عصر اور دوست تھے۔ غمِ عشق اور غمِ زمانہ پر مبنی مومن کے اشعار زندگی کی محبتوں کے عکاس بھی ہیں اور حقیقتوں کے ترجمان بھی۔

زیر تشریح شعر میں مومن کہتے ہیں کہ ”محبوب کو کچھ اثر بھی نہیں ہے اور ہمارا غم ہمارے لیے آسودگی اور اطمینان کا باعث نہیں بنتا۔“

محبت کرنے والا محبوب کو حاصل کرنے اور متاثر کرنے کے لیے بہت سے قدم اٹھاتا ہے۔ وہ بے لوث محبت، وفاداری، خلوص اور سچائی جیسی کئی خوبیوں سے سرشار ہوتا ہے۔ وہ آہ وزاری کرتا ہے، فریاد کرتا ہے، روتا دھوتا ہے لیکن اس کی آہ وزاری اور کسی کیفیت کا محبوب پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یوں عاشق کے سارے ولولے، ساری فریادیں رائیگاں اور بے اثر رہتی ہیں۔ مومن نے اپنے ایک اور شعر میں یہی بات بڑے دردمندانہ لہجے میں یوں بیان کی:

کیا کروں اللہ سب ہیں بے اثر
ولولہ کیا، نالہ کیا، فریاد کیا

اگر آہ وزاری اپنا اثر دکھا دے تو انسان اطمینان محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس کے دکھ درد خوشی و مسرت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لیکن عام طور پر ایسا ہوتا نہیں کہ محبوب پر محبت کرنے والوں کے رونے دھونے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حالاں کہ غم ایک ایسا جذبہ ہے جو دوسروں کو بہت جلد متاثر کرتا ہے۔ محبوب کے متاثر نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے خیال ہو کہ محبت کرنے والوں کو کوئی دکھ نہیں۔ ان کا رونا دھونا محض دکھاوا ہے۔ چنانچہ وہ محبت کرنے والوں کی آہ وزاری کا کوئی اثر نہیں لیتا۔ اکبر الہ آبادی کا کہنا ہے:

دم نکلتا ہے ہمارا، خبر ان کو نہیں کچھ
جان جاتی ہے ہماری، انھیں معلوم نہیں

مومن خان مومن کا موقف یہ ہے کہ اگر محبوب ہمارے رنج و غم سے متاثر ہو جاتا تو پھر یہ رنج نہ رہتا بلکہ اطمینان قلب کا وسیلہ بن جاتا۔ اصل میں انسان جب کسی کے دکھ درد سے متاثر ہوتا ہے تو یہ اپنائیت کی دلیل ہوتی ہے۔ ایک طرح سے محبت کے تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ محبوب کا محبت کرنے والے کے رنج سے متاثر ہونا بالواسطہ اقرار محبت ہے۔ اگر یہ ہو جائے تو محبت کرنے والے کے لیے یہ رنج خوشی و اطمینان کا باعث بن جاتا ہے۔ لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے محبوب کو ہماری بربادی کی کوئی خبر نہیں ہے۔ ساحر لدھیانوی کا کہنا ہے:

تجھ کو خبر نہیں مگر اک سادہ لوح کو
برباد کر دیا تیرے دو دن کے پیار نے

تشریح طلب شعر کا دوسرا پہلو ہے کہ قدرت کا یہ اصول ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی اور ہر رنج کے بعد راحت ہوتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے ”بے شک تکلیف کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک تکلیف کے ساتھ آسانی ہے۔“ انسان جب بہت تکلیفیں اٹھالیتا ہے تو خدا اُس کے لیے آسانی پیدا کر دیتے ہیں۔ مومن خان مومن کا موقف یہ ہے کہ ویسے تو رنج کے بعد راحت ہوتی ہے لیکن میں اتنا بد نصیب ہوں کہ ہزاروں تکلیفیں اٹھانے کے باوجود بھی میں محبوب کو متاثر نہیں کر سکا۔ یوں میرے دکھوں کے بعد کوئی سکھ نہیں ہے۔ حالاں کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ دکھ کی دھوپ کے بعد سکھ کا سایہ ہوتا ہے۔ ساحر لدھیانوی کا کہنا ہے:

صدیوں سے انساں یہ سُنتا آیا ہے
دُکھ کی دھوپ کے آگے سکھ کا سایہ ہے

(بورڈ 2007, 09, 10, 11, 22ء)

شعر نمبر 2:

ذکرِ اغیار سے ہوا معلوم
حرفِ ناصح بُرا نہیں ہوتا

تشریح: حکیم مومن خان مومن اردو کے مشہور غزل گو شاعر تھے۔ وہ غالب کے ہم عصر اور دوست تھے۔ غم عشق اور غمِ زمانہ پر مبنی مومن کے اشعار

زندگی کی محبتوں کے عکاس بھی ہیں اور حقیقتوں کے ترجمان بھی۔

زیر تشریح شعر میں مومن کہتے ہیں کہ ”غیروں کے ذکر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نصیحت کرنے والوں کی نصیحت بُری نہیں ہوتی۔“
انسان جب کسی شے کو چاہنے لگتا ہے تو اس کی تمام تر توجہ اس خاص چیز یا ہستی کی طرف ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس کا دھیان باقی چیزوں سے ہٹنے لگتا ہے اور ایک مرحلہ ایسا بھی آ جاتا ہے جب انسان دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ یہ منزل دیوانگی کی منزل کہلاتی ہے اور کسی بھی شخص کے خیر خواہ نہیں چاہتے کہ یہ مرحلہ آ جائے چنانچہ وہ خیر خواہ ناصح انسان کو عشق سے باز رہنے اور حد اعتدال میں رہنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ انسان کو اُس وقت یہ نصیحتیں اچھی نہیں لگتیں۔ حسرت موہانی کا کہنا ہے:

بھول جاؤں میں انھیں، ہو نہیں سکتا ناصح
آگ لگ جائیو ظالم تیرے سمجھانے کو

اردو شاعری میں ناصح کے کردار کو عام طور پر اچھا نہیں سمجھا گیا۔ لیکن مومن خان مومن اس شعر میں نصیحت یا اُس کے مثبت پہلو کی طرف متوجہ کراتے ہیں کہ غیروں کے ذکر سے ہمیں اس بات کا علم ہوا کہ نصیحت بُری چیز نہیں ہوتی۔ ”ذکر اغیار“ سے مراد محبوب کی زبان سے غیروں کے تذکرے ہیں۔ محبت کرنے والوں کے لیے سب سے تکلیف دہ بات یہ ہوتی ہے کہ جب اُن کا محبوب اُن کے سامنے غیروں کے تذکرے کرتا ہے۔ خاص طور پر جب محبوب عاشق کے سامنے غیروں کی وفاداری اور خوبیاں بیان کرے تو عاشق کا کلیجہ رشتک سے جل جاتا ہے۔ داغ دہلوی کا کہنا ہے:

غیر کا ذکر وفا اور ہمارے آگے
داغ اس بات سے جلتا ہے کلیجہ کیسا

محبوب جب غیروں کی خوبیاں عاشق کے سامنے بیان کرے تو عاشق کے لیے یہ صورت حال اذیت ناک تو ہوتی ہی ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر محبوب عاشق کے سامنے ”غیر کا نام“ بھی لیتا ہے تو یہ بات بھی عاشق کو سخت ناگوار گزرتی ہے۔ محبوب چاہے غیروں کی بُرائیاں اور شکایتیں ہی کیوں نہ کرے عاشق تو محبوب کی زبان سے ”غیر کا نام“ برداشت نہیں کر سکتا۔ غالب کا کہنا ہے:

ہے مجھ کو تجھ سے، تذکرہ غیر کا گلا
ہر چند بر سنیل شکایت ہی کیوں نہ ہو

مومن خان مومن کا موقف یہ ہے کہ جب ہم نے محبوب کی زبان سے غیروں کے تذکرے سنے تو ہمیں اس حقیقت کا ادراک ہوا کہ نصیحت کرنے والوں کی عشق سے باز رہنے کی نصیحت بالکل بجاتھی۔ ”ذکر اغیار“ سے مراد اگر وہ باتیں لی جائیں جو محبوب غیروں سے کرتا ہے تو اس شعر کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہوگا کہ جب غیروں کی زبان سے ہم نے محبوب کے گلے شکوے اور اپنی بُرائیاں سُنیں تو ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ نصیحت کرنے والے ہم کو بالکل ٹھیک نصیحت کیا کرتے تھے۔ اگر ہم اُن کی نصیحت پر عمل کر لیتے تو آج ہمیں اس صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

(بورڈ 2007-09-10-11-22)

شعر نمبر 3:

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

تشریح: حکیم مومن خان مومن اردو کے مشہور غزل گو شاعر تھے۔ وہ غالب کے ہم عصر اور دوست تھے۔ غم عشق اور غم زمانہ پر مبنی مومن کے اشعار زندگی کی محبتوں کے عکاس بھی ہیں اور حقیقتوں کے ترجمان بھی۔

زیر تشریح شعر میں مومن کہتے ہیں کہ ”محبوب تم ہمارے کسی بھی طرح سے نہ ہوئے ورنہ دنیا میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔“ کسی بھی مقصد کے حصول کے لیے سب سے پہلی رکاوٹ انسان کی اپنی ذات ہوتی ہے۔ اُس کی انا، اُس کی نفسیاتی شخصیت اُسے منزل سے دور کر دیتی ہے۔ بعض اوقات خواہش ہی ناممکن کی ہوتی ہے۔ بعض اوقات انسان اُس چیز کی خواہش کر بیٹھتا ہے جس کا اہل نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان محرومی کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ مومن خان مومن کا موقف یہ ہے کہ ہم نے محبوب کو حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کی کوشش کی۔ مصائب اور تکالیف اٹھائیں۔ ملا متوں اور طعنوں کا سامنا کیا۔ مرمر کے جیتے رہے اور جی جی کے مرتے رہے۔ در بدر ٹھوکریں کھائیں۔ دل لہو، جگر ٹکڑے ٹکڑے اور آنسو خون ہو گئے۔ مگر افسوس کہ ہماری کوئی تدبیر کامیاب نہ ہوئی۔ ہماری ساری کوششیں ناکام ہو گئیں۔ حسرت موہانی کا کہنا ہے:

دردِ دل کی انھیں خبر نہ ہوئی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی
کوششیں ہم نے کیں ہزار مگر عشق میں ایک معتبر نہ ہوئی
مومن خان مومن کا موقف یہ ہے کہ ہم نے محبوب کو حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کی کوشش کی لیکن محبوب ہمیں حاصل نہ ہو سکا۔ ہم نے محبوب کو محبت و خلوص اور سچائی سے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ ملا۔ جب ہماری ساری کوششیں رائیگاں گئیں تو ہم نے خدا کی طرف رجوع کیا اور دعاؤں اور آہوں کے ذریعے محبوب کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن محبوب ہمیں کسی بھی طریقے سے حاصل نہ ہو سکا اور ہماری عمر بھر کی تلاش بے کار ہو گئی۔ داغ دہلوی کا کہنا ہے:

نہ ملا ہم کو تو وہ ہر جانی
گئی بے کار عمر بھر کی تلاش
میر تقی میر کا کہنا ہے:

وصل کے دن کی آرزو ہی رہی
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

اس دنیائے ممکنات میں اگر کوئی چیز ناممکن ہے تو وہ یہ کہ ہمارا محبوب ہمیں نہ مل سکا۔ زندگی میں مختلف امکانات کے حوالے سے محبوب کے نہ ملنے کا ذکر مومن خان مومن اس طرح کرتے ہیں کہ بظاہر تو دنیا میں کوئی شے ناممکن نظر نہیں آتی کہ ڈھونڈنے والے تو اللہ کو تلاش کر لیتے ہیں لیکن افسوس ہر طرح کوشش کے باوجود ہمارا محبوب ہمیں نہیں مل سکا۔ مومن خان مومن تشریح طلب شعر کے پہلے مصرعے میں ایک دلیل دیتے ہیں کہ یہ دنیا ممکنات کی دنیا ہے۔ یہاں انسان کے لیے اس کا مقصد، اس کا نصب العین حاصل کرنا ممکن ہے۔ ڈھونڈنے والے کو خدا بھی مل جاتا ہے لیکن اگر کوئی بات ناممکن ٹھہری تو وہ یہ کہ ہمارا محبوب ہمیں نہیں ملا۔ میر تقی میر کا کہنا ہے:

ایک محروم چلے میر ہمیں عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کچھ

(بورڈ 2007, 09, 10, 11, 22ء)

شعر نمبر 4:

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تشریح: حکیم مومن خان مومن اردو کے مشہور غزل گو شاعر تھے۔ وہ غالب کے ہم عصر اور دوست تھے۔ غم عشق اور غمِ زمانہ پر مبنی مومن کے اشعار زندگی کی محبتوں کے عکاس بھی ہیں اور حقیقتوں کے ترجمان بھی۔

زیر تشریح شعر میں مومن کہتے ہیں کہ ”جب میرے آس پاس کوئی دوسرا فرد نہیں ہوتا تو تم میرے پاس موجود ہوتے ہو۔“
انسان گروہی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ اس کی ضروریات کی نوعیت ایسی ہے کہ وہ انھیں تنہا رہ کر پورا نہیں کر سکتا چنانچہ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے۔ اس سماجی زندگی میں انسان دوسرے انسانوں میں گھرا رہتا ہے۔ ہر وقت اس کے گرد و پیش میں لوگ موجود ہوتے ہیں۔ انسان کے پاس بعض اوقات اپنے لیے بھی وقت نہیں بچتا۔ غالب کا کہنا ہے:

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

مومن خان مومن کا موقف یہ ہے کہ جب کبھی میرے گرد و پیش میں کوئی دوسرا فرد موجود نہیں ہوتا تو تم موجود ہوتے ہو۔ یہ جسمانی اعتبار سے بھی ممکن ہے کہ محبوب لوگوں کے ہجوم میں چاہنے والے سے ملنا پسند نہیں کرتا اور ذہنی اعتبار سے بھی ممکن ہے کہ انسان جس کے بارے میں زیادہ سوچ، زیادہ غور و فکر کرے بعض اوقات وہ شے مجسم دکھائی دینے لگتی ہے۔ مومن کا یہ کہنا ہے کہ محبوب اگرچہ مجھ سے دور ہے لیکن تصورات کی دنیا میں وہ میرے بہت قریب ہے۔ اکبر الہ آبادی کا کہنا ہے:

جب تمھارا خیال آتا ہے
ساری دنیا کو بھول جاتے ہیں

عشق کی یہ خاصیت ہے کہ وہ محفل میں عاشق کو تنہا کر دیتا ہے اور اسی طرح اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ تنہائی کو محفل بنا دیتا ہے۔ یعنی جس طرح عشق انسان کو میلے میں اکیلا کر دیتا ہے اسی طرح عشق انسان کے اکیلے میں بھی میلا لگا دیتا ہے۔ ایک عاشق جب تنہا ہوتا ہے تو محبوب کے تصورات اُس کو گھیر لیتے ہیں اور وہ دنیا بھر کی ساری چیزوں سے بے خبر ہو کر محبوب کی سوچوں میں گم ہو جاتا ہے اور خیالوں ہی خیالوں میں وہ ایک سہانی دنیا بسا لیتا ہے جہاں محبوب اُس کے پاس ہوتا ہے۔ ناصر کاظمی کا کہنا ہے:

خیالوں ہی میں اکثر بیٹھے بیٹھے
بسا لیتا ہوں اک دنیا سہانی

مومن خان مومن کے اس شعر کے بارے میں غالب نے کہا تھا کہ اگر مومن خان مومن اپنا یہ شعر مجھے دے دے تو میں اپنا پورا دیوان ان کی نذر کرنے کو تیار ہوں۔ غالب کی یہ داد مومن کے اسلوب کی ستائش ہے کہ سہل متمتع کی صورت میں ایک اہم نفسیاتی حقیقت کو پیش کیا گیا ہے کہ جوں جوں وابستگی بڑھتی ہے انسان کی توجہ دوسری چیزوں کی طرف سے کم ہونے لگتی ہے۔

تشریح طلب شعر کو اگر عشق حقیقی کے تناظر میں دیکھا جائے تو مومن اس حقیقت کا اعتراف کر رہے ہیں کہ اے اللہ جب میرے پاس کوئی بھی نہیں ہوتا اور میں تنہا ہوتا ہوں تو آپ میرے پاس ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ انسان جب تنہائی میں ہوتا ہے تو اللہ اُس کے پاس ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

”اور ہم اُس (انسان) سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“

شعر نمبر 5:

حال دل یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

تشریح: حکیم مومن خان مومن اردو کے مشہور غزل گو شاعر تھے۔ وہ غالب کے ہم عصر اور دوست تھے۔ غم عشق اور غم زمانہ پر مبنی مومن کے اشعار زندگی کی محبتوں کے عکاس بھی ہیں اور حقیقتوں کے ترجمان بھی۔

زیر تشریح شعر میں مومن کہتے ہیں کہ ”میں محبوب کو دل کا حال کیسے لکھوں کہ میں نے تو اپنا ہاتھ درد کی وجہ سے دل پر رکھا ہوا ہے۔“
انسان جو کچھ محسوس کرتا ہے محبوب کے بارے میں جو کچھ سوچتا ہے اور محبوب کی وجہ سے اس پر جو کچھ گزرتی ہے، اس کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ عاشق کو محبوب سے دل کی بات کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ جب عاشق کی محبوب کے ساتھ کوئی ملاقات یا گفتگو نہ ہوتی ہو تو وہ اپنے دل کی بات محبوب تک نہیں پہنچا سکتا۔ حالاں کہ اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی بھی طریقے سے محبوب تک دل کا حال پہنچا دے۔ مومن خان مومن نے اسی طرح کی کیفیت کچھ یوں بیان کی ہے:

جی کی جی ہی میں رہی، بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اُس سے ملاقات نہ ہونے پائی

عاشق کی جب محبوب سے براہ راست کوئی بات چیت نہ ہو تو دل کی بات محبوب تک پہنچانے کا ایک حل یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا حال دل خط کی زبانی لکھ کر محبوب کو بھیج دے۔ مومن خان مومن اس شعر میں اس امکان کو بھی رد کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں تو محبوب کو اپنے دل کی بات لکھ کر بتانے سے بھی قاصر ہوں۔ اس لیے کہ میرا دل محبوب کی بے وفائی اور جدائی کی وجہ سے اس قدر بے قرار اور بے تاب ہے کہ میرے لیے اس کو سنبھالنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ مومن خان مومن کا کہنا ہے:

ماجرا ہے سخت مشکل کیا کروں؟
کیا کروں تھمتا نہیں دل کیا کروں؟

مومن خان مومن کا موقف یہ ہے کہ چون کہ میرے لیے دل سنبھالنا بہت مشکل ہے اس لیے درد کی وجہ سے میں نے اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھا ہوا ہے۔ اردو شاعری میں یہ مضمون کثرت سے ملتا ہے کہ محبت کرنے والوں کی بے قراری اور بے تابی جب حد سے گزر جاتی ہے تو ان کے لیے محبوب کی جدائی میں دل سنبھالنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مجبوراً انھیں اپنا ہاتھ دل پر رکھنا پڑتا ہے۔ داغ دہلوی کا کہنا ہے:

ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے
دل کو تھما اُن کا دامن تھام کے

بقول آتش:

دردِ فراق آتش تڑپا رہا ہے ہم کو
اک ہاتھ دل سنبھالے ہے، اک جگر سنبھالے

چوں کہ ہم نے درد کی وجہ سے اپنا ہاتھ دل پر رکھا ہے اس لیے ہمارے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم محبوب کو حالِ دل تحریری شکل میں پہنچا سکیں۔ گویا جس ہستی سے محبت کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں اسی کو اپنے دل کا حال لکھ کر نہیں بھیج سکتے۔ کیوں کہ دل کے درد کی وجہ سے حالِ دل لکھنا ممکن نہیں ہے۔ جی تو چاہتا ہے کہ محبوب کو ہجر و فراق کے دکھ درد لکھ بھیجیں لیکن تکلیف کی شدت نے بے بس کیا ہوا ہے اور ہم کسی بھی طریقے سے محبوب تک حالِ دل پہنچانے سے قاصر ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے اسی صورتحال کا تذکرہ اپنے ایک آسان شعر میں یوں بیان کیا:

چلنا جو میں چاہوں تو قدم اُٹھ نہیں سکتا
لکھنے کی ہو خواہش تو قلم اُٹھ نہیں سکتا

ابراہیم ذوق کا کہنا ہے:

لکھیے اُسے خط میں کہ ستم اٹھ نہیں سکتا؟
پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اٹھ نہیں سکتا

شعر نمبر 6:

چارۂ دل، سوائے صبر نہیں
سو، تمھارے سوا نہیں ہوتا

تشریح: حکیم مومن خان مومن اردو کے مشہور غزل گو شاعر تھے۔ وہ غالب کے ہم عصر اور دوست تھے۔ غم عشق اور غم زمانہ پر مبنی مومن کے اشعار زندگی کی محبتوں کے عکاس بھی ہیں اور حقیقتوں کے ترجمان بھی۔

زیر تشریح شعر میں مومن کہتے ہیں کہ ”دل کے دکھ کا علاج صبر ہے لیکن محبوب کے بغیر تو صبر بھی نہیں آتا۔“

محبت کرنے والا ہر طریقے سے محبوب کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اُس کی ساری کوششیں رائیگاں اور بے کار جاتی ہیں۔ وہ کسی بھی طریقے سے محبوب کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو پاتا۔ جب مقدر میں محبوب کی جدائی لکھی ہو تو عاشق کے دل کے پاس محبوب سے جدارہ کر زندگی گزارنے کا ایک ہی حل اور طریقہ باقی رہتا ہے کہ وہ صبر سے کام لے اور اپنے سارے دکھوں اور تکلیفوں کو بھلاتے ہوئے صبر کا دامن تھام لے۔ مومن خان مومن اپنے ایک اور شعر میں اپنے بے قرار دل کو مخاطب کرتے ہوئے اُسے صبر کی تلقین کی ہے۔ مومن کا کہنا ہے:

صبر کر صبر، ہو چکا جو کچھ
اے دل بے قرار! ہونا تھام

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان جب اپنی تمام تر توجہ، سارے خواب، ساری خواہشیں کسی ایک ہستی سے وابستہ کرے تو پھر اس کی جدائی انسان کی دنیا اندھیر کر دیتی ہے اور انسان احساس محرومی کا شکار ہو جاتا ہے۔ انسان جس چیز یا شخص کی محرومی کو جتنی شدت سے محسوس کرتا ہے اسے اتنا ہی دکھ ہوتا ہے اور اتنے ہی صبر کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ انسان صبر کرنے کی کوشش تو کرتا ہے مگر عشق کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ تمام تر کوششوں کے باوجود انسان کو صبر میسر نہیں ہوتا۔ مومن خان مومن نے یہی صورتحال اپنے اشعار میں کچھ یوں بیان کی ہے:

بن ملے آخر رہا جاتا نہیں
صبر کرتا ہوں مگر آتا نہیں

عاشق محبوب کی جدائی میں صبر کرنے کی کوشش تو کرتا ہے لیکن عشق کی آگ وہ آگ ہے جو کبھی بجھانے سے جھپتی نہیں ہے۔ محبوب کی جدائی میں عاشق کو ایک لمحہ کا سکون اور صبر حاصل نہیں ہو سکتا۔ عاشق محبوب کے بغیر زندگی کا ایک لمحہ بھی تصور نہیں کر سکتا۔ محبوب اُس کے لیے ناگزیر اور ضروری ہوتا ہے۔ اگر محبوب نہ ملے تو عاشق کے لیے صبر کرنا محال ہو جاتا ہے اور محبوب کے بغیر عاشق کو ایک آن، ایک لمحہ سکون حاصل نہیں ہو پاتا۔ مومن خان مومن کا کہنا ہے:

ترے فراق میں آرام ایک آن نہیں
یہ ہم سمجھ چکے گر تو نہیں تو جان نہیں

مومن خان مومن کا کہنا ہے:

کیا کروں دل پہ اختیار نہیں
جان کو تیرے بن قرار نہیں

مومن خان مومن کا موقف یہ ہے کہ محبوب کے بغیر اب درحقیقت زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے۔ دراصل وہ محبوب سے اپنی گہری وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ بتا رہے ہیں کہ میرے لیے محبوب کے بغیر صبر کرنا ممکن نہیں ہے۔ یعنی میں دُہری تکلیف میں مبتلا ہوں۔ ایک طرف تو محبوب کو میری حالت پر رحم نہیں آتا۔ اس لیے محبوب کی آرزو بے کار ہے اور دوسری طرف میرے لیے محبوب کے بغیر صبر کرنا ممکن نہیں ہے۔ انہی دو دشواریوں کا تذکرہ مومن کے پیروکار حسرت موہانی نے کچھ ان الفاظ میں کیا ہے:

صبر مشکل، ہے آرزو بے کار
کیا کریں عاشقی میں کیا نہ کریں

شعر نمبر 7:

کیوں سنے عرض مضطرب مومن
صنم آخر خُدا نہیں ہوتا

مفہوم: اللہ تعالیٰ کی ذات ہی وہ ذات ہے جو ہر بے قرار کی فریاد سنتی ہے۔ محبوب ایسا نہیں کرتا۔

☆☆☆☆☆



free ilm.